مرزا خلیل احمد بیگ

سیّد محی الدین قادری زور کا نظریۂ آغازِ زبانِ اردو

لسانیاتی تحقیق کے میدان میں اردو زبان کے حوالے سے جن تین مقتدر علمی شخصیات نے پچھلی صدی میں غیر معمولی شہرت حاصل کی ہے ان کے نام ہیں حافظ محمود خاں شیرانی (۱۹۴۶ء–۱۸۸۰ء)، سیّد محی الدین قادری زور (۱۹۶۲ء–۱۹۰۵ء) اور مسعود حسین خاں (۲۰۱۰ء–۱۹۱۹ء)۔ یہ تینوں شخصیتیں ایک لحاظ سے ہم عصر تھیں، لیکن محمود خاں شیرانی، محی الدین قادری زور سے پہلے وفات پا گئے تھے اور مسعود حسین خاں، زور صاحب کے انتقال کے بعد کافی عرصے تک بہ قیدِ حیات رہے تھے۔ ہر چند کہ ان تینوں اکابرینِ لسانیات کا اردو زبان کے تاریخی حوالے سے علمی میدان مشترک تھا، تاہم اردو کے آغاز و ارتقا کے سلسلے میں ان کے درمیان نظریاتی اختلاف پائے جاتے تھے۔ محی الدین قادری زور اگرچہ محمود خاں شیرانی کے کافی حد تک ہم خیال تھے، لیکن بعض امور میں وہ ان سے (شیرانی سے) پورے طور پر اتفاق نہیں کرتے تھے، اور مسعود حسین خاں نے ان دونوں (شیرانی اور زور) کے نظریوں سے شدید اختلاف کرتے ہوئے اردو کے آغاز کا اپنا ایک الگ نظریہ قائم کیا تھا۔[1]

متذکرہ تینوں لسانی محققین کی دل چسپی اردو زبان کے حوالے سے تاریخی لسانیات سے تھی۔ محی الدین قادری زور نے یورپ میں رہ کر اور مسعود حسین خاں نے یورپ اور امریکہ میں اپنے قیام کے دوران لسانیاتِ جدید (Modern Linguistics) کی تربیت حاصل کی تھی۔ محمود خاں شیرانی اگرچہ جدید لسانیات یا تاریخی و تقابلی لسانیات کا کما حقہٗ علم نہ رکھتے تھے، اور نہ اس سلسلے میں انھوں نے

یورپ یا امریکہ کی دانش گاہوں کی خاک چھانی تھی،[2] تاہم وہ 'علمِ السنہ' (Philology) سے بہ خوبی واقف تھے۔ محمود خاں شیرانی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'پنجاب میں اردو' ۱۹۲۸ء میں شائع کی جس میں انھوں نے اردو زبان کے سرزمینِ پنجاب میں پیدا ہونے کا نظریہ پیش کیا۔[3] محی الدین قادری زور اس نظریے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''یہ بات عجیب ہے کہ اردو اور پنجابی کے اصل تعلق کی نسبت کسی یورپی ماہرِ لسانیات کا ذہن اب تک منتقل نہیں ہوا۔ اس کی طرف سب سے پہلے ہندوستانیوں ہی کی توجہ منعطف ہوئی اور ہندوستانی اہلِ قلم ہی نے اردو اور پنجابی کے اس بنیادی تعلق کو سب سے پہلے بے نقاب کیا۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب 'پنجاب میں اردو' میں اس خیال کو نہایت واضح انداز میں دلائل کے ساتھ پیش کیا تھا۔''[4]

سیّد محی الدین قادری زور نے اپنے قیامِ یورپ کے زمانے میں لسانیات سے متعلق اپنی پہلی کتاب *Hindustani Phonetics* کے نام سے تصنیف کی جو ۱۹۳۰ء میں پیرس (فرانس) سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب اگرچہ بنیادی طور پر اردو صوتیات (Phonetics) کا توضیح و تجزیہ پیش کرتی ہے، لیکن اس میں اردو کے آغاز و ارتقا سے بھی بحث کی گئی ہے۔ لسانیاتی موضوع پر یہ ان کی سب سے اہم کتاب ہے۔ گیان چند جین (۲۰۰۷ء–۱۹۲۳ء) نے اپنے ایک مضمون میں اس کتاب کو لسانیات میں ان کا ''اصل کارنامہ'' قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ''ڈاکٹر زور کو لسانیات کی تاریخ میں کوئی مقام دیا جائے گا تو اسی کی بدولت۔''[5] لسانی موضوع پر اور اردو کے آغاز و ارتقا سے متعلق ان کی دوسری کتاب 'ہندستانی لسانیات' ہے جو ان کے یورپ سے ہندوستان واپس آنے کے بعد ۱۹۳۲ء میں حیدر آباد سے شائع ہوئی۔ ان کتابوں کے علاوہ انھوں نے اردو لسانیات کے حوالے سے کئی مضامین بھی قلم بند کیے ہیں جن میں ''اردو اور پنجابی'' (مطبوعہ رسالہ 'نقوش' [ادبِ عالیہ نمبر]، لاہور، بابت اپریل ۱۹۶۰ء)، اور ''اردو کی ابتدا'' (مطبوعہ 'اردوئے معلیٰ' [لسانیات نمبر]، شعبۂ اردو، دہلی یونی ورسٹی، بابت ۱۹۶۲ء) خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مضامین کے مطالعے سے زور صاحب کے نظریۂ آغازِ زبانِ اردو کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی

ہے۔ وہ پہلے اردو اسکالر ہیں جنھوں نے آج سے پون صدی سے بھی قبل یورپ کی دانش گاہوں میں لسانیات کی اعلیٰ تربیت حاصل کی تھی اور تحقیقی مقالہ لکھ کر لندن یونی ورسٹی سے ۱۹۲۹ء میں لسانیات میں پی ایچ ڈی (Ph.D) کی سند حاصل کی تھی۔ اس کے بعد وہ ڈی لٹ (D. Lit.) کی ڈگری کے لیے فرانس چلے گئے تھے اور پیرس یونی ورسٹی میں مشہور فرانسیسی ماہرِ لسانیات ژول بلاک (Jules Bloch) (۱۸۸۰ء–۱۹۵۳ء) کی رہنمائی میں "Gujarati Form of Hindustani" (ہندستانی کی گجراتی شکل) پر تحقیقی مقالہ لکھنا شروع کر دیا تھا جو بہ وجوہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

پیرس میں اپنے قیام کے دوران میں محی الدین قادری زور وہاں کی سوربون یونی ورسٹی سے بھی کچھ عرصے تک منسلک رہے تھے۔ وہاں انھوں نے تجرباتی صوتیات (Experimental Phonetics) کی تربیت حاصل کی تھی، اور مختلف صوتی آلوں کی مدد سے اردو صوتیات سے متعلق عملی کام انجام دیا تھا۔ اس کام کے چند نمونوں کے عکس انھوں نے اپنی کتاب *Hindustani Phonetics* (1930) میں شامل کر دیے ہیں۔ اس سے پہلے لندن میں اپنے قیام کے دوران میں بھی انھوں نے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں صوتیات کی تربیت حاصل کی تھی۔

جس زمانے میں محمود شیرانی کی کتاب 'پنجاب میں اردو' (۱۹۲۸ء) شائع ہوئی، اس سے ایک سال قبل محی الدین قادری زور نے بھی لندن یونی ورسٹی میں اردو اور پنجابی کے رشتے پر غور وخوض کیا تھا، چنانچہ ان کے ''مطالعے اور تلاش وجستجو'' میں بھی یہی بات آئی تھی کہ اردو پنجاب میں پیدا ہوئی۔ وہ شیرانی کے اس نظریے سے کہ اردو پنجاب میں پیدا ہوئی اتفاق تو کرتے ہیں، لیکن اس بات کی بھی صراحت کرتے ہیں کہ جس وقت ''اردو پنجاب میں بنی'' اس وقت پنجاب اور دوآبۂ گنگ وجمن یعنی دہلی کے شمال مشرقی علاقے سے متصل مغربی یوپی کی زبان میں بہت کم فرق تھا، نیز یہ کہ برج بھاشا، کھڑی بولی اور جدید پنجابی زبانیں بعد کو پیدا ہوئیں۔ وہ اپنے مضمون ''اردو کی ابتدا'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس کتاب ['پنجاب میں اردو'] کی اشاعت سے ایک سال قبل ہی راقم الحروف اردو کے آغاز وارتقا کے موضوع پر لندن یونی ورسٹی میں لسانی تحقیقات میں مصروف تھا۔ میرے مطالعے اور تلاش وجستجو میں بھی یہی حقیقت [کہ اردو

> پنجاب میں پیدا ہوئی] بے نقاب ہوئی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ میں نے یہ واضح کیا کہ جس زمانے میں اردو پنجاب میں بنی اس وقت پنجاب اور دوآبۂ گنگ وجمن کی زبان میں بہت کم فرق پایا جاتا تھا۔ برج بھاشا، کھڑی بولی اور جدید پنجابی زبانیں بعد کو عالمِ وجود میں آئیں۔''[۶]

محی الدین قادری زور نے لندن یونی ورسٹی میں پی ایچ۔ ڈی۔ کی سند کے لیے جو مقالہ داخل کیا تھا اس میں انھوں نے اپنے اس نظریے کو ''شرح وبسط'' کے ساتھ بیان کیا تھا۔ اس نظریے کا ذکر انھوں نے اپنی دونوں کتابوں، *Hindustani Phonetics* (1930) اور 'ہندستانی لسانیات' (۱۹۳۲ء) میں بھی کیا ہے۔

یہاں اس امر کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ محمود خاں شیرانی اور محی الدین قادری زور دونوں محققین کا اس بات پر اتفاقِ رائے ہے کہ اردو سرزمینِ پنجاب میں پیدا ہوئی، لیکن اس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اردو پنجابی زبان سے پیدا ہوئی۔ ہمارے اکثر عالم ان دونوں باتوں میں فرق کو نہیں سمجھتے اور اپنی تحریروں میں ان دونوں باتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں، اور یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اردو پنجابی سے ''نکلی'' یا پیدا ہوئی ہے، یا یہ پنجابی سے ماخوذ ہے۔[۷] اردو کے پنجابی سے نکلنے، پیدا ہونے، یا ماخوذ و مشتق ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیوں کہ جس زمانے میں اردو کے بیج سرزمینِ پنجاب میں پھوٹے اس زمانے میں وہاں پنجابی زبان کا وجود نہ تھا۔ پنجابی اس کے بعد کی پیداوار ہے۔ محی الدین قادری زور نے بھی یہی نظریہ پیش کیا ہے اور مذکورۂ بالا اقتباس میں کہا ہے کہ جدید پنجابی زبانیں بعد کو عالمِ وجود میں آئیں۔ محمود خاں شیرانی نے بھی اپنی تصنیف 'پنجاب میں اردو' (۱۹۲۸ء) میں پنجاب ہی کو اردو کی ولادت گاہ مانا ہے اور اس کے پنجاب سے دہلی جانے کا نظریہ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں، بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی جاتی ہے اور چوں کہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کر کے جاتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں!''[۸]

شیرانی آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اردو اور پنجابی زبانوں کی ولادت گاہ ایک ہی مقام ہے۔ دونوں نے ایک ہی جگہ تربیت پائی ہے اور جب سیانی ہوگئی ہیں تب ان میں جدائی واقع ہوئی ہے۔''[۹]

اس کے علاوہ شیرانی نے 'پنجاب میں اردو' کے شروع میں ''عرضِ حال'' کے عنوان سے اپنی ایک مختصر سی تحریر میں بھی پنجاب کو اردو زبان کی ابتدا اور اس کی نشو ونما کا ''گہوارہ'' قرار دیا ہے۔ ان بیانات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اردو پنجابی سے ''نکلی'' یا پیدا ہوئی یا یہ پنجابی سے مشتق ہے۔ محی الدین قادری زور نے اس بات کی مکمل طور پر صراحت کر دی ہے کہ اردو پنجابی یا کھڑی بولی میں سے کسی سے بھی مشتق نہیں ہے۔ وہ 'ہندستانی لسانیات' میں لکھتے ہیں:

''اردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے، بلکہ اس زبان سے جو ان دونوں کی مشترک سرچشمہ تھی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بعض باتوں میں پنجابی سے مشابہ ہے اور بعض میں کھڑی سے۔ لیکن مسلمانوں کے صدر مقام صدیوں تک دہلی اور آگرہ رہے ہیں۔ اس لیے اردو زیادہ کھڑی بولی ہی سے متاثر ہوتی گئی۔''[۱۰]

اردو کے آغاز وارتقا کے بارے میں حافظ محمود خاں شیرانی اور محی الدین قادری زور کے نظریات کے بعد جس نظریے کی علمی دنیا میں گونج سنائی دی وہ مسعود حسین خاں کا نظریہ تھا جو اپنی معروضیت، تجزیاتی استدلال اور تاریخی و لسانی شواہد کی بنا پر آج بھی اردو کے آغاز وارتقا کا سب سے قابلِ قبول نظریہ (most acceptable theory) تسلیم کیا جاتا ہے۔ مسعود حسین خاں کے نظریے کا بنیادی ماخذ ان کی تحقیقی تصنیف 'مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو' ہے جو پہلی بار ۱۹۴۸ء میں دہلی سے شائع ہوئی تھی۔[۱۱] اس کتاب کی اشاعت سے دو سال قبل محمود خاں شیرانی کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن محی الدین قادری زور نے مسعود حسین خاں کی اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور ان کے نظریے سے متعلق اپنی رائے کا اظہار اپنے مضمون ''اردو کی ابتدا'' میں کھل کر کیا جس کا ذکر آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔

اردو کے آغاز وارتقا سے متعلق مسعود حسین خاں نے اپنی گراں قدر تصنیف 'مقدمۂ تاریخِ زبانِ

اردو' میں جو نظریہ پیش کیا ہے اس کے بنیادی نکات یہ ہیں:

۱۔ اردو ۱۱۹۳ء میں مسلمانوں کی فتحِ دہلی کے بعد پیدا ہوئی۔

۲۔ اردو کا مولد ومنشا ''حضرتِ دہلی'' ہے، پنجاب نہیں۔

۳۔ اردو کی پیدائش میں نواحِ دہلی کی بولیوں نے اہم کردار ادا کیا ہے جن میں ہریانوی اور کھڑی بولی خاص ہیں، چنانچہ ''اردو کا ماخذ یہی بولیاں ہیں۔''

۴۔ دکنی اردو نہ تو پنجابی کی زائیدہ ہے اور نہ پنجاب کی زبان ہے (جو بہ قولِ شیرانی ہجرت کر کے دہلی آجاتی ہے، پھر دکن پہنچتی ہے)، بلکہ یہ وہی زبان ہے جو مسلمانوں کی فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) کے بعد دہلی اور نواحِ دہلی میں پیدا ہوئی جس پر ہریانوی بولی کے گہرے اثرات مرتسم ہوئے۔ قدیم اردو اور دکنی کا ''پنجابی پن'' اس کا ''ہریانوی پن'' بھی ہے جس کی توجیہ ہریانوی کے تجزیے سے کی جاسکتی ہے۔

سب سے پہلے ہم اردو کا نقطۂ آغاز لیتے ہیں اور اس کا تقابل محی الدین زور اور محمود شیرانی کے نظریوں سے کرتے ہیں۔ مسعود حسین خاں کے نظریے کے مطابق ''اردو کا نقطۂ آغاز ۱۱۹۳ء میں مسلمانوں کا داخلۂ دہلی ہے۔''[۱۲] اس نظریے کو وہ تاریخی تناظر میں یوں پیش کرتے ہیں:

''پنجاب پر غوریوں کے حملے ۱۱۸۶ء سے شروع ہو جاتے ہیں۔ ۱۱۹۳ء میں بالآخر ایک شکست کھانے کے بعد شہاب الدین غوری دہلی کے آخری ہندو سمراٹ پرتھوی راج کو شکستِ فاش دے کر دہلی اور اجمیر پر قابض ہو جاتا ہے، جہاں اس کا سپہ سالار قطب الدین ایبک، اس کے انتقال کے بعد ۱۲۰۶ء میں سلطنتِ غلاماں کی داغ بیل ڈالتا ہے۔ اردو کی ابتدا اور ارتقا کی اصل تاریخ اس کے بعد ہی سے شروع ہوتی ہے۔''[۱۳]

سیّد محی الدین قادری زور کا نظریۂ آغازِ زبانِ اردو اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس ضمن میں وہ جو بات کہتے ہیں وہ یہ ہے:

''اردو کا سنگِ بنیاد دراصل مسلمانوں کی فتحِ دہلی سے بہت پہلے ہی رکھا جا چکا

تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس نے اس وقت تک ایک مستقل زبان کی حیثیت نہیں حاصل کی جب تک [کہ] مسلمانوں نے اس شہر کو اپنا پایۂ تخت نہ بنالیا۔'' (۱۴)

حافظ محمود خاں شیرانی کہتے ہیں:

''اصل یہ ہے کہ اردو کی داغ بیل اسی دن سے پڑنی شروع ہوگئی ہے، جس دن سے مسلمانوں نے ہندوستان میں آ کر توطُّن اختیار کرلیا ہے۔'' (۱۵)

مسعود حسین خاں نے اپنے بعض مضامین اور اپنی تحقیقی تصنیف 'مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو' میں متعدد بار اپنے اس نظریے کا ذکر کیا ہے کہ اردو کا آغاز مسلمانوں کی فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) کے بعد ہوتا ہے۔ اس نظریے کے دو مضمرات ہیں: اول یہ کہ فتحِ دہلی کے بعد ''دہلی و پیرامنش'' (دہلی و نواحِ دہلی) کی بولیاں اردو کا ''اصل منبع اور سرچشمہ'' قرار پاتی ہیں، (۱۶) دوم، ان بولیوں میں عربی و فارسی الفاظ اور لسانی اثرات ''نفوذ'' کرتے ہیں۔ چنانچہ مسعود حسین خاں لکھتے ہیں:

''ہندوستان کی زبانوں میں عربی فارسی الفاظ کا داخلہ ہی اردو کی تخلیق کی ضمانت نہیں کرتا، بلکہ جب یہ لسانی اثرات ''زبانِ دہلی و پیرامنش'' میں نفوذ کرتے ہیں تب اردو کا پہلا ہیولیٰ تیار ہوتا ہے، اور یہ ہوتا ہے مسلمانوں کی فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) کے بعد۔ اس سے قبل مسلمان پنجاب اور لاہور میں حکمراں کی حیثیت سے دوسو برس تک متمکن رہ چکے تھے۔'' (۱۷)

محی الدین قادری زور کے نظریے کے مطابق فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) سے قبل یہی ''دوسو برس'' کا زمانہ جس کے دوران میں مسلمانوں نے پنجاب میں قیام کیا تھا، اردو کی پیدائش کا زمانہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''پنجاب ۱۱۹۳ء تک ایک آزاد ریاست رہا جس کا دارالخلافہ لاہور تھا۔ جب دہلی فتح ہوئی اور محمد غوری کے سپاہیوں نے اس پر قبضہ کیا تو پنجاب دہلی کا ایک صوبہ بن گیا۔ لیکن اس سے پہلے کے دوسو سالوں میں جب کہ پنجاب غزنویوں کا جائے قرار تھا، ایک بین قومی زبان کا پیدا ہونا ضروری تھا۔'' (۱۸)

''بین قومی زبان'' سے ان کی مراد کوئی اور زبان نہیں، بلکہ اردو ہی تھی۔ مسعود حسین خاں اور محی الدین

قادری زور دونوں نے اپنی تحریروں میں علی الترتیب ''دوسو برس'' اور ''دوسو سالوں'' کا ذکر کیا ہے۔ یہ ''دو سو برس'' فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) سے پہلے کا زمانہ ہے جس کے دوران میں مسلمان پنجاب میں سکونت پذیر تھے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس پورے دوسو سال (گیارھویں صدی عیسوی کے اوائل سے بارھویں صدی کے اواخر تک) کے عرصے میں جب مسلمان پنجاب میں سکونت پذیر تھے تو وہاں کون سی زبان رائج تھی؟ مسعود حسین خاں کا خیال ہے کہ لاہور کو مرکزی حیثیت حاصل ہونے کی وجہ سے یہاں پنجابی-ترکی-فارسی کی ادبی فضا قائم ہوگئی تھی۔ اسی ادبی فضا میں مسعود سعد سلمان کا ''ظہور'' ہوتا ہے جو ترکی اور فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ (۱۹) مسعود سعد سلمان (۱۰۴۶ء–۱۱۲۱ء) ہندوی کے بھی شاعر تھے۔ ان کے بارے میں محمد عوفی (۱۱۷۱ء–۱۲۴۲ء) اور امیر خسرو (۱۲۵۳ء–۱۳۲۵ء) کی شہادتیں موجود ہیں، اس کے باوصف مسعود حسین خاں ان کے ہندوی دیوان کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''یہ غالباً لاہوری (پنجابی) میں ہوگا، زبانِ دہلوی میں نہیں۔'' (۲۰) زبانِ دہلوی سے ان کی مراد ہندوی یا ہندی ہے جو اردو کے قدیم نام ہیں۔ یہ فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) کے بعد ارتقا پاتی ہے۔ چنانچہ مسعود حسین خاں کے نظریے کے مطابق مسلمانوں کی فتحِ دہلی سے پہلے کے دوسو برسوں کے دوران میں پنجاب میں پنجابی زبان کا چلن تھا، ہندوی یا ہندی کا نہیں۔ اسی قیاس یا نظریے کی بنیاد پر انھیں مسعود سعد سلمان کے ہندوی/ ہندی کا شاعر ہونے سے انکار ہے۔

صورتِ واقعہ یہ ہے کہ ۱۰۰۰ سنہ عیسوی میں جب شورسینی اپ بھرنش کا خاتمہ ہوگیا تو اس کے بطن سے اس علاقے میں دبے پاؤں جدید ہند آریائی زبانوں کے بیج پھوٹنے لگے جن میں مغربی ہندی (= کھڑی بولی، ہریانوی، برج بھاشا، بندیلی، قنوجی)، پنجابی (مشرقی)، راجستھانی اور گجراتی زبانیں شامل ہیں۔ شورسینی اپ بھرنش اپنے آخری دور میں متذکرہ جدید ہند آریائی زبانوں کی قدیم شکلوں سے بہت کچھ ملتی جلتی تھی کہ زبانوں میں تبدیلیاں اچانک رونما نہیں ہوتیں، بلکہ ارتقائی عمل کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس ''دوسو برس'' یا ''دوسو سالوں'' کے زمانے کا ذکر علی الترتیب مسعود حسین خاں اور محی الدین قادری زور کرتے ہیں، وہ شورسینی اپ بھرنش کے جدید ہند آریائی زبانوں میں ارتقاء پذیری کا زمانہ ہے۔ اسے شورسینی اپ بھرنش اور جدید ہند آریائی زبانوں کے درمیان کی ''منزل'' بھی کہا گیا ہے

اور ''اوہٹھ'' کا نام بھی دیا گیا ہے۔ چنانچہ شیرانی اور زور کے مطابق پنجاب میں اردو کا ارتقا اسی دور میں ہوتا ہے۔ ان ''دوسو سالوں'' کے دوران میں شورسینی اپ بھرنش سے پیدا شدہ زبانوں (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے) میں بہت کم فرق تھا، چنانچہ محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

> ''[جدید] ہند آریائی دور کے آغاز کے وقت پنجاب کی اور دہلی کے نواح کی زبانوں میں بہت کم فرق تھا۔ ان کی اُس وقت کے اختلافات ظاہر کرنے والی بہت کم خصوصیتوں کا اِس وقت تک پتا چلا ہے۔ یہ واقعہ دراصل بارھویں صدی عیسوی کے بعد کا ہے کہ موجودہ زبانوں نے ان اختلافات کی پرورش شروع کی جو آج انھیں ایک دوسرے سے جدا ظاہر کرتے ہیں۔''[۲۱]

محی الدین زور کا اس بات پر اصرار ہے کہ اردو مسلمانوں کی فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) سے پہلے پیدا ہوئی اور پنجاب میں پیدا ہوئی۔ ان کے نظریے کے مطابق جس زمانے میں اردو پیدا ہوئی اس وقت پنجاب میں بولی جانے والی زبان اور دوآبہ گنگ و جمن کی زبان تقریباً ایک ہی تھی۔ ان دونوں علاقوں کی زبانوں میں آج جو فرق ہے وہ بعد میں پیدا ہوا۔ اسی نظریے کو وہ اور وضاحت کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں:

> ''موجودہ زمانے میں یہ بتانا مشکل ہے کہ کس ٹھیک ٹھیک وقت سے پنجاب کی اور نواحِ دہلی کی زبان میں فرق پیدا ہونے لگا۔ یقین ہے کہ یہ فرق مسلمانوں کے قبضۂ دہلی کے بعد سے شروع ہوا ہے۔ ابتدا میں وہ صرف ایک تدریجی تغیر ہوگا، مگر آخر کار ان دونوں مقامات کی بولیوں کے درمیان ایک ایسا خلیج حائل ہوتا گیا[کذا] کہ ایک پنجابی بن گئی اور دوسری کھڑی بولی۔''[۲۲]

محی الدین زور پہلے یہ کہہ چکے ہیں کہ ''اردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے، بلکہ اس زبان سے جو ان دونوں کی مشترک سرچشمہ تھی۔'' اس ''مشترک سرچشمہ'' یا مشترک زبان کا ارتقا انھیں ''دوسو سالوں'' میں ہوا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، یعنی پنجاب پر غزنوی حملوں کے آغاز (۱۰۰۱ء) سے لے کر مسلمانوں کی فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) تک کا زمانہ۔

شیرانی کی طرح محی الدین زور بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اردو دہلی میں نہیں، بلکہ پنجاب میں پیدا ہوتی

ہے اور جب مسلمان پنجاب میں تقریباً دوسو برس تک قیام کرنے کے بعد دہلی پہنچتے ہیں تو وہ اپنی زبان کو بھی پنجاب سے دہلی لے جاتے ہیں۔ مشہور ماہرِ لسانیات سُنیتی کمار چٹرجی (Suniti Kumar Chatterji) (۱۸۹۰ء-۱۹۷۷ء) بھی شیرانی اور زور کے اس نظریے سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی کتاب *Indo-Aryan and Hindi* (1942) میں لکھتے ہیں:

> "It is likely that Punjab Muhammadans who came to Delhi as followers of the Turki and Persian conquerers had ... brought their dialect to Delhi."[۲۳]

محی الدین قادری زور کے نظریے کی رو سے ''نئے ہند آریائی دور'' میں جس زمانے میں اردو پنجاب میں پیدا ہوئی، اس وقت پنجاب کی اور نواحِ دہلی کی زبانوں میں بہت کم فرق تھا، چنانچہ اس نظریے کی تائید سُنیتی کمار چٹرجی کے یہاں بھی ملتی ہے جو یہ لکھتے ہیں:

> "The language that they [Muslims] first adopted was naturally that current in the Punjab... It is even likely that an almost identical speech was current in central and western United Provinces and eastern Punjab."[۲۴]

واضح رہے کہ یہ نظریات محی الدین قادری زور اپنی کتاب 'ہندستانی لسانیات' میں ۱۹۳۲ء میں پیش کر چکے تھے جن کی تائید چٹرجی نے اپنی متذکرہ کتاب میں دس سال بعد (۱۹۴۲ء میں) کی ہے۔

اردو کی دکنی شاخ کے بارے میں محی الدین قادری زور کا یہ نظریہ ہے کہ یہ وہی زبان ہے جو پنجاب میں پیدا ہونے کے بعد دہلی آئی، پھر دہلی سے کھڑی بولی کے اثر سے بچتی ہوئی دکن پہنچی۔ ان کے خیال کے مطابق ''اس نے [دکنی اردو نے] بہت سی وہ خصوصیتیں محفوظ رکھیں جو آج پنجابی سے مشابہ ہیں۔ یہی دراصل وہ راز ہے جو شمال اور جنوب کی اردو میں آج تک اختلاف کا باعث ہے۔''[۲۵] اس بیان کے چند صفحات کے بعد وہ دکنی اور پنجابی کی مشابہت کا پھر سے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''شمالی ہندوستانی [=شمالی اردو] پر کھڑی بولی کا ایسا گہرا اثر مرتسم ہوا کہ اس کی بہت سی ابتدائی یا اصلی خصوصیتیں مفقود ہوگئیں اور جو کچھ باقی رہیں وہ مسخ شدہ حالت میں ہیں۔ اس کے برخلاف دکنی میں قدیم سے قدیم شکلیں اور خصوصیتیں بالکل محفوظ ہیں، جن کی بنا پر وہ جدید پنجابی کے بہت کچھ مشابہ ہے۔''[۲۶]

محی الدین قادری زور کے اس نظریے سے مسعود حسین خاں کو شدید اختلاف ہے۔ ان کے خیال کے مطابق قدیم اردو اور دکنی کا ''پنجابی پن'' اس کا ''ہریانی پن'' بھی ہے، کیوں کہ وہ یہ مانتے ہیں کہ ''ہندوستان کی جدید آریائی زبانوں کے طلوع کے وقت ہریانی اور پنجابی میں خطِ فاصل قائم کرنا دشوار تھا،''[۲۷] چنانچہ وہ دکنی اردو کی توجیہ پنجابی سے کرنے کے بجائے ہریانی (ہریانوی) سے کرتے ہیں، کیوں کہ ہریانہ جہاں کی یہ بولی ہے، پنجاب کے مقابلے میں دہلی سے زیادہ قریب ہے اور زبانیں اپنے قرب و جوار کی ہی زبانوں سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''قدیم دکنی زبان کے مطالعے کے سلسلے میں اب تک ہریانی کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے، حالاں کہ یہی زبان ہے جو قطع نظر شہرِ دہلی، ضلع دہلی میں آج بھی بولی جاتی ہے۔''[۲۸] واضح رہے کہ مسعود حسین خاں ۱۹۸۷ء تک اپنے اس نظریے پر قائم تھے کہ ''قدیم اردو کی تشکیل براہِ راست ہریانی کے زیرِ اثر ہوئی ہے، اس پر رفتہ رفتہ کھڑی بولی کے اثرات پڑتے ہیں،''[۲۹] لیکن جب انھوں نے 'مقدمۂ تاریخِ زبان اردو' کا ۱۹۸۷ء میں ساتواں ایڈیشن شائع کیا تو اس میں ''تھوڑی سی نظریاتی ترمیم'' بھی کی۔ اردو کے آغاز کے سلسلے میں انھوں نے پہلے اولیت ہریانوی بولی کو دی تھی، لیکن جب ان کے نظریے میں تبدیلی واقع ہوئی تو انھوں نے کھڑی بولی کو اولیت دے دی اور ہریانوی کو ثانوی درجے پر پہنچا دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''قدیم اردو کی تشکیل براہِ راست دوآبہ کی کھڑی [بولی] اور جمنا پار کی ہریانوی کے زیرِ اثر ہوئی ہے۔''[۳۰]

سیّد محی الدین قادری زور نے اپنے مضمون ''اردو کی ابتدا'' میں مسعود حسین خاں کے اس نظریے کی کہ قدیم اردو اور دکنی اردو کا ارتقا ہریانوی سے ہوا ہے، سخت تنقید کی ہے۔ مسعود حسین خاں نے اردو کی جو توجیہہ ہریانوی سے کی ہے اسے زور صاحب ان کی ''ایک اہم فروگذاشت'' تصور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ''دکنی اردو نے جس وقت پنجاب میں نشو و نما حاصل کی اس وقت ہریانی اور کھڑی بولی تو کجا خود برج بھاشا بھی ایک جداگانہ زبان کی حیثیت سے عالمِ وجود میں نہیں آئی تھی۔''[۳۱] وہ مسعود حسین خاں کی کتاب 'مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''قصہ مختصر یہ کہ ہریانی کو اردو کا ماخذ ثابت کرنے کی کوشش میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی پوری کتاب ایسے گنجلک اور مبہم و متضاد بیانات سے معمور ہو گئی کہ ان پر ایک سرسری تبصرے کے لیے بھی کافی وقت اور فرصت درکار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب محنت اور تلاش و جستجو سے لکھی گئی ہے اور مصنف نے لسانیاتی مسائل سے گہرے شغف کا ثبوت دیا ہے، لیکن محض جیولز بلاک کی سند پر ایک پورا نظریہ قائم کرنے اور پنجاب میں آغازِ اردو کے نظریے کو غلط ثابت کرنے کی سعی میں اپنی ساری قابلیت وقف کر دی ہے۔''[۳۲]

حیرت کی بات ہے کہ محی الدین قادری زور، جنھوں نے اپنی کتاب 'ہندستانی لسانیات' (۱۹۳۲ء) میں اردو پر ہریانوی کے ''قابلِ لحاظ اثر'' کا ذکر کیا تھا، اپنے (کافی بعد کے) ایک مضمون ''اردو کی ابتدا'' میں مسعود حسین خاں کے آغازِ اردو کے بارے میں ہریانوی کے نظریے کو اس طرح اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ چنانچہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ محی الدین زور نے 'ہندستانی لسانیات' (۱۹۳۲ء) میں اردو کے تعلق سے ہریانوی (جسے ہریانی اور بانگڑو بھی کہتے ہیں) کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''یہاں ایک اور بات مدِنظر رکھنی چاہیے کہ اردو پر بانگڑو یا ہریانی زبان کا بھی قابلِ لحاظ اثر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زبان دہلی کے شمال مغرب میں انبالہ کے اطراف اس علاقے میں بولی جاتی ہے [جو] پنجاب سے دہلی آتے ہوئے راستے میں واقع ہے، اور دہلی پر حملہ کرنے والوں یا وہاں کے حکمرانوں کے ہمراہ اسی علاقے کے رہنے والے بھیر و بنگاہ کی حیثیت سے دہلی اور اس کے نواح میں آ کر آباد ہوئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح و مفتوح کے میل جول سے جو زبان بنتی چلی آ رہی تھی اس میں ہریانی عنصر بھی شامل ہوتا گیا۔''[۳۳]

واضح رہے کہ ہریانوی دہلی کے شمال مغربی علاقے کی بولی ہے اور اس کا شمار نواحِ دہلی کی بولیوں میں ہوتا ہے۔ مشہور فرانسیسی ماہرِ لسانیات ژول بلاک (Jules Bloch) نے اپنے ایک مضمون

"Some Problems of Indo-Aryan Philology" (مطبوعہ بلیٹن آف دی اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز [لندن]، جلد ۵ (۱۹۳۰ء–۱۹۲۸ء) میں اردو کے آغاز کے سلسلے میں ہریانوی کی اہمیت پر ''زور'' دیا ہے۔(۳۴) واضح رہے کہ یہ وہی ژول بلاک ہیں جو پیرس یونی ورسٹی (فرانس) میں محی الدین قادری زور کے ڈی لٹ (D.Lit.) کے مقالے "Gujarati Form of Hindustani" (ہندستانی کی گجراتی شکل) کے نگراں تھے۔ مسعود حسین خاں کا خیال ہے کہ ژول بلاک کی تحریروں ہی سے متاثر ہو کر انھوں نے 'ہندستانی لسانیات' (۱۹۳۲ء) میں اردو پر ہریانوی کے ''قابلِ لحاظ اثر'' کا ذکر کیا ہے،(۳۵) لیکن جب مسعود حسین نے ژول بلاک کی تحریروں سے تحریک پا کر ہریانوی اور اردو کے لسانیاتی رشتے پر غور وخوض کیا اور اردو کے ہریانوی سے مشتق ہونے کا ایک مدلل نظریہ پیش کیا تو عقل حیران ہے کہ زور صاحب نے اس نظریے کی اتنی شدت کے ساتھ کیوں کر تردید کی؟

اس بحث وتمحیص کے بعد ہم سیّد محی الدین قادری زور کے نظریۂ آغازِ زبانِ اردو کے اہم نکات کو اجمالی طور پر یوں بیان کر سکتے ہیں:

۱۔ اردو پنجاب میں پیدا ہوئی، دہلی ونواحِ دہلی میں نہیں۔

۲۔ نئے ہند آریائی دور کے آغاز (۱۰۰۰ء) کے بعد گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی کا زمانہ اردو کی پیدائش کا زمانہ ہے۔ (یہ مسلمانوں کی فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) سے قبل تقریباً دو سو سال کے عرصے کو محیط ہے)۔

۳۔ اردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے، اور نہ کھڑی بولی سے، کیوں کہ جس زمانے میں اردو پنجاب میں پیدا ہوئی، اس وقت ان زبانوں کا وجود نہ تھا۔

۴۔ اردو اس زبان سے پیدا ہوئی جو پنجابی اور کھڑی بولی دونوں کا مشترک سرچشمہ تھی۔

۵۔ جب اردو پنجاب میں پیدا ہوئی، اس وقت پنجاب کی زبان میں اور دوآبۂ گنگ وجمن کی زبان میں بہت کم فرق تھا اور صوبۂ سرحد سے الٰہ آباد تک لگ بھگ ایک ہی زبان رائج تھی۔

۶۔ دکنی (اردو) پنجاب میں پیدا ہوئی اور جب یہ دہلی آئی تو اس نے خود کو کھڑی بولی کے اثر سے بچا کر رکھا۔ اس میں اور پنجابی زبان میں مشابہت کی یہی وجہ ہے۔ دکنی اردو کے لسانی امتیازات کی توجیہ

پنجابی زبان سے کی جا سکتی ہے، نہ کہ ہریانوی سے جو کہ فتحِ دہلی کے بعد کی پیداوار ہے۔

ان میں سے بعض نکات حافظ محمود خاں شیرانی کے نظریۂ آغاز زبانِ اردو سے تو میل کھاتے ہی ہیں، لیکن اردو کے آغاز وارتقا کے بارے میں ایک دوسرے اسکالر ٹی گراہم بیلی (T.Grahame Bailey) کے بعض خیالات سے بھی مطابقت رکھتے ہیں جو محی الدین قادری زور کے استاد تھے۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ٹی گراہم بیلی نے بھی اپنی کتاب *A History of Urdu Literature* (1932) میں اردو کے پنجاب میں پیدا ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے۔ بیلی کی یہ کتاب اگرچہ لندن سے ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی، لیکن وہ اسے ۱۹۲۹ء ہی میں مکمل کر چکے تھے۔ اس زمانے میں محی الدین قادری زور لندن ہی میں مقیم تھے، چنانچہ بیلی کی اس کتاب کی پروف خوانی کا سارا کام انھوں نے ہی انجام دیا جس کے لیے بیلی نے اپنی اس کتاب کے دیباچے ("Preface") میں ان کا شکریہ ادا کیا۔ گمانِ غالب ہے کہ محی الدین زور کے ذہن میں اردو کے پنجاب میں بننے یا پیدا ہونے کا خیال بیلی کی اس کتاب کے مطالعے سے آیا ہوگا۔ بیلی لکھتے ہیں:

> "The formation of Urdu began as soon as the ghaznavi forces settled in Lahore in 1027." (۳۷)

بیلی ''۱۰۲۷ء'' کو اردو کا نقطۂ آغاز قرار دیتے ہیں، اور ''لاہور'' کو اردو کی جائے پیدائش بتاتے ہیں۔ وہ اسے ''لاہوری اردو'' کہتے ہیں جو ان کے بہ قول قدیم پنجابی پر مشتمل ہے جس پر فارسی کے گہرے اثرات پڑے۔ بیلی لاہوری اردو کی دوسری (بعد کی) شکل کو ''دہلوی اردو'' کہتے ہیں جس کی ابتدا ۱۱۹۳ء سے ہوتی ہے اور جس پر کھڑی بولی کے گہرے اثرات پڑتے ہیں، لیکن جو اُس وقت لاہوری اردو سے بہت مختلف نہیں تھی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اردو کے آغاز وارتقا کے سلسلے میں محی الدین قادری زور کے نظریے کو آج استناد کا درجہ حاصل نہیں، کیوں کہ اس نظریے کے قیام کو پون صدی سے بھی زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس دوران میں لسانیاتی تحقیق کافی آگے نکل چکی ہے اور مسعود حسین خاں جیسے جید عالمِ لسانیات کو بھی اپنے نظریے میں ترمیم کرنی پڑی ہے۔ اب اردو کے آغاز کا یہی نظریہ مستند تسلیم کر لیا گیا ہے کہ اردو کی بنیاد کھڑی بولی پر قائم ہے اور کھڑی بولی ہی سے تشکیل پا کر وہ یہاں تک پہنچی ہے۔ کھڑی بولی دہلی

کے شمال مشرق اور مغربی یوپی کی بولی ہے جسے جاٹ بولتے تھے۔فتحِ دہلی (۱۱۹۳ء) کے بعد نو وارد مسلمانوں نے عوامی رابطے کی غرض سے اس بولی کو اپنا لیا، اس میں عربی و فارسی کے الفاظ داخل کیے اور اسے ہندوی/ ہندی کے نام سے موسوم کیا۔اسے ادبی اظہار کا ذریعہ بھی مسلمانوں ہی نے بنایا۔اردو نے اپنی ارتقا پذیری کے عمل کے دوران نواحِ دہلی کی دوسری بولیوں کے اثرات بھی قبول کیے جن میں ہریانوی (اور برج بھاشا) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔دکنی اردو پر ہریانوی کے اثرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔جس زمانے میں اردو دہلی ونواحِ دہلی میں تشکیل پارہی تھی،اس زمانے میں پنجابی (مشرقی) اور ہریانوی میں ''خطِ فاصل'' قائم کرنا دشوار تھا۔یہی وجہ ہے کہ دکنی اردو کے جن لسانی امتیازات کی توجیہ مسعود حسین خاں ہریانوی سے کرتے ہیں انھیں محی الدین قادری زور پنجابی کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

تحقیق ایک ایسا شعبۂ علم ہے جس میں کوئی بھی چیز حرفِ آخر تصور نہیں کی جاسکتی۔لسانیاتی تحقیق اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔اردو کا لسانیاتی ادب اس امر کا شاہد ہے کہ ماضی میں اردو کے آغاز وارتقا کے کئی نظریے قائم ہوئے،لیکن نئی تحقیقات کی روشنی میں رد کردیے گئے۔آج کا مستند نظریہ بھی کچھ عجب نہیں کہ آنے والے کل کی نئی تحقیقات کی روشنی میں رد کردیا جائے۔کسی بھی نوع کے تحقیقی نتیجے کے استحکام کی کوئی بھی محقق ضمانت نہیں دے سکتا۔سیّد محی الدین قادری زور اگرچہ ایک بلند پایہ لسانی محقق تھے جنھوں نے مغرب کی دانش گاہوں میں رہ کر لسانیاتِ جدید کی باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی،لیکن ان کے نظریے کو بھی استحکام حاصل نہ ہوسکا اور آج اس کی محض ایک تاریخی اہمیت ہے اور بس!چنانچہ اردو کی لسانی تاریخ جب جب رقم کی جائے گی،زور صاحب کے نظریۂ آغازِ زبان اردو کا ذکر ضرور آئے گا۔انھوں نے زبان اور علمِ زبان کے بارے میں مکمل آگہی کے بعد ہندوستان میں ایک ایسے دور میں لسانیاتی مطالعات کو فروغ دیا تھا جب لوگ بہ مشکل اس شعبۂ علم کی جانب متوجہ ہوتے تھے،لیکن افسوس کہ وہ لسانیات اور لسانیاتی مطالعہ وتحقیق سے اپنی دل چسپی اور شغف کو برقرار نہ رکھ سکے۔انھیں بعض دوسری علمی وادبی مصروفیات نے اس بات کا موقع ہی نہ دیا کہ وہ لسانیات کے میدان میں کوئی اور قابلِ قدر کارنامہ انجام دیتے۔گیان چند جین نے بجا طور پر زور صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر وہ ''لسانیات سے دل چسپی لیتے رہتے تو ملک کے بڑے ماہرینِ لسانیات میں شمار کیے جاتے۔''(۳۸)

حواشی

۱۔ دیکھیے مسعود حسین خاں کے نظریے کے لیے ان کی جامع تحقیقی تصنیف مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو،ساتویں اشاعت (علی گڑھ:ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۷ء)۔

۲۔ حافظ محمود خاں شیرانی علومِ شرقیہ کے ماہر تھے،لیکن انگریزی زبان میں ان کی استعداد بہت معمولی تھی۔پھر بھی ان کے والد نے بیرسٹری کی تعلیم کے لیے انھیں ۱۹۰۴ء میں انگلستان بھیجا۔وہاں پہلے تو انھوں نے انگریزی سیکھنا شروع کی،پھر دوسرے کاموں میں الجھ گئے۔نامساعد حالات کے سبب انھیں چند سال بعد ہندوستان واپس لوٹنا پڑا۔بیرسٹری کا خواب بھی پورا نہ ہوسکا۔

۳۔ اردو کے پنجاب میں پیدا ہونے کا نظریہ حافظ محمود خاں شیرانی سے قبل شیر علی خاں سرخوش اپنے تذکرے اعجازِ سخن (۱۹۲۳ء) میں پیش کرچکے تھے۔

۴۔ سیّد محی الدین قادری زور،اردو کی ابتدا،مشمولہ اردو لسانیات،مرتبہ فضل الحق،اشاعتِ دوم (دہلی: شعبۂ اردو،دہلی یونی ورسٹی،۱۹۸۱ء)،ص۴۱۔[شعبۂ اردو،دہلی یونی ورسٹی کے مجلّے اردوئے معلی کا اردو لسانیات نمبر،بابت ۱۹۶۲ء]۔

۵۔ گیان چند جین،لسانی مطالعے (نئی دہلی: ترقیٔ اردو بورڈ،۱۹۷۳ء)،ص۲۶۵۔

۶۔ سیّد محی الدین قادری زور،اردو کی ابتدا،مشمولہ فضل الحق (مرتب)،محولۂ بالا کتاب،ص۴۱۔

۷۔ عبدالغفار شکیل نے اپنے ایک مضمون کا عنوان اردو پنجابی سے نکلی–نظریۂ شیرانی نہیں تجویز کیا جوان کے مجموعۂ مضامین لسانی و تحقیقی مطالعے (علی گڑھ:شعبۂ لسانیات،علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۶۵ء) میں شامل ہے۔

۸۔ حافظ محمود خاں شیرانی،پنجاب میں اردو (لکھنؤ:نسیم بک ڈپو،۱۹۷۰ء)،ص۱۹۔[پہلی اشاعت،۱۹۲۸ء]۔

۹۔ ایضاً،ص۹۹۔

۱۰۔ سیّد محی الدین قادری زور،ہندستانی لسانیات (لکھنؤ:نسیم بک ڈپو،۱۹۶۰ء)،ص۹۵[پہلی اشاعت،۱۹۳۲ء]

۱۱۔ مسعود حسین خاں کی تحقیقی تصنیف مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو کے ۱۹۴۸ء سے لے کر اب تک متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔اس کتاب کا ساتواں ایڈیشن ۱۹۸۷ء میں علی گڑھ سے شائع ہوا جس میں انھوں نے اردو کے ماخذ کے بارے میں ''تھوڑی سی نظریاتی ترمیم'' بھی کی ہے۔

۱۲۔ مسعود حسین خاں،اردو زبان: تاریخ، تشکیل، تقدیر (علی گڑھ:شعبۂ لسانیات،علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۸۸ء)،ص۵[خطبۂ پروفیسر ایمے ریٹس جو ۱۳رجنوری ۱۹۸۸ء کو علی گڑھ میں دیا گیا]۔

۱۳۔ مسعود حسین خاں،محولۂ بالا کتاب ص۷۸–۷۷۔

۱۴۔ سیّدمحی الدین قادری زور،محولۂ بالا کتاب،ص۹۴۔
۱۵۔ حافظ محمود خاں شیرانی،محولۂ بالا کتاب،ص۵۴۔
۱۶۔ مسعود حسین خاں،محولۂ بالا کتاب،ص۲۶۲۔
۱۷۔ ایضاً،ص۷۶۔
۱۸۔ سیّدمحی الدین قادری زور،محولۂ بالا کتاب،ص۹۳۔
۱۹۔ مسعود حسین خاں،محولۂ بالا کتاب،ص۷۶۔
۲۰۔ مسعود حسین خاں،محولۂ بالا خطبۂ پروفیسر ایمے ریٹس،ص۱۶۔
۲۱۔ سیّدمحی الدین قادری زور،محولۂ بالا کتاب،ص۹۵۔
۲۲۔ ایضاً،ص۹۵۔
۲۳۔ سنیتی کمار چٹرجی،Indo-Aryan and Hindi،دوسرا ایڈیشن (کلکتہ:فرما کے ایل مکھوپادھیائے،۱۹۶۰ء)، ص۶۷۔[پہلا ایڈیشن،۱۹۴۲ء]
۲۴۔ ایضاً،ص۱۶۷۔
۲۵۔ سیّدمحی الدین قادری زور،محولۂ بالا کتاب،ص۹۷۔
۲۶۔ ایضاً،ص۱۰۳۔
۲۷۔ مسعود حسین خاں،محولۂ بالا کتاب،''پیش لفظ''۔
۲۸۔ ایضاً،ص۲۳۶۔
۲۹۔ دیکھیے مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو کی ۱۹۸۷ء سے قبل کی اشاعتیں،مثلاً چوتھی اشاعت (علی گڑھ: سرسید بک ڈپو،۱۹۷۰ء) کا ص۲۴۱۔
۳۰۔ دیکھیے مسعود حسین خاں کی کتاب مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو کا ساتواں ایڈیشن (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۷ء)،ص۲۳۶۔
۳۱۔ سیّدمحی الدین قادری زور،اردو کی ابتدا،مشمولہ فضل الحق (مرتب)،محولۂ بالا کتاب،ص۵۲۔
۳۲۔ ایضاً،ص۵۳۔
۳۳۔ سیّدمحی الدین قادری زور،محولۂ بالا کتاب،ص۹۶–۹۵۔
۳۴۔ دیکھیے مسعود حسین خاں،محولۂ بالا کتاب،''پیش لفظ'' اور ص۲۳۷۔
۳۵۔ مسعود حسین خاں،محولۂ بالا کتاب،ص۲۳۷۔
۳۶۔ ٹی گراہم بیلی (T.Grahame Bailey) اپنی کتاب A History of Urdu Literature (1932) کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"I wish to express my thanks to an old student of my own,

Mohiuddin Qadri, of the Osmaniya University, for having read all the proofs of the volume and made valuable suggestions.
London,
April, 1932. T. Grahame Bailey"

۳۷۔ ٹی گراہم بیلی (T.Grahame Bailey)،A History of Urdu Literature (لندن،۱۹۳۲ء)،ص۳۔
۳۸۔ گیان چند جین،ڈاکٹر زور کی لسانی خدمات،مشمولہ گیان چند جین،محولۂ بالا کتاب،ص۲۶۴۔اپنے اس مضمون میں گیان چند جین نے سیّدمحی الدین قادری زور کی لسانی خدمات سے تفصیل سے بحث کی ہے،اور ان کی صوتیاتی تحقیق پر بھی روشنی ڈالی ہے۔انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''ڈاکٹر زور لسانیات کی دنیا میں بڑی گھن گرج سے آئے۔وہ نہ صرف اردو میں، بلکہ ہندوستان کی جملہ زبانوں میں علمِ زبان کے قافلہ سالاروں میں سے ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس،انھوں نے اپنے شوق کو جاری نہ رکھا۔'' (لسانی مطالعے،ص۲۶۴)

مآخذ

۱۔ بیلی،ٹی گراہم (Bailey, T. Grahame)،A history of Urdu literature،لندن،۱۹۳۲ء۔
۲۔ جین،گیان چند،لسانی مطالعے،دہلی،ترقی اردو بورڈ،۱۹۷۳ء۔
۳۔ چٹرجی،سنیتی کمار (Chatterji, Suniti Kumar)،Indo-Aryan and Hindi،کلکتہ،فرما کے ایل مکھوپادھیائے،۱۹۶۰ء[اشاعتِ اول ۱۹۴۲ء]۔
۴۔ خان،مسعود حسین،اردو زبان: تاریخ ، تقدیر، تشکیل،علی گڑھ،شعبۂ اردو،علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی،۱۹۸۸ء۔
۵۔ ________ مقدمۂ تاریخِ زبانِ اردو، علی گڑھ،ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۷ء[اشاعتِ اول ۱۹۴۸ء]۔
۶۔ زور،سیّدمحی الدین قادری، اردو کی ابتدا،مشمولہ اردو لسانیات مرتبہ فضل الحق،دہلی،شعبۂ اردو،دہلی یونی ورسٹی،(۱۹۸۱ء)[اشاعتِ دوم]۔
۷۔ ________،ہندوستانی لسانیات،لکھنؤ،نسیم بک ڈپو،۱۹۶۰ء[اشاعتِ اول ۱۹۳۲ء]
۸۔ شکیل،عبدالغفار،لسانی و تحقیقی مطالعے،علی گڑھ،شعبۂ اردو،علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی،۱۹۶۵ء۔
۹۔ شیرانی،حافظ محمود خاں، پنجاب میں اردو،لکھنؤ،نسیم بک ڈپو،۱۹۷۰ء[اشاعتِ اول ۱۹۲۸ء]